پروفیسر ثناء اللہ مجاہد

اٹھارویں صدی کے مذہبی فتنے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا زمانہ یوں تو سارے کا سارا سیاسی اور مذہبی فتنوں سے عبارت ہے مگر اس دور کے یہ تین مذہبی فتنے قابل ذکر ہیں جنہوں نے مذہب کی آڑ میں عروج حاصل کیا اور خلق خدا کی گمراہی کا سبب بنے۔

(۱) نمود انمود

(۲) عبدالغفور ٹھٹھوی ہالائی

(۳) امام شاہی، رسول شاہی

ان فتنوں کے بانیوں نے نہ صرف عوام میں مقبولیت حاصل کر لی بلکہ امراء اور کئی بادشاہوں تک میں رسوخ پیدا کر لیا جس کی وجہ سے ان کے اثرات کا دائرہ بہت بڑھ گیا حتی کہ ایک وقت وہ آیا کہ ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے شاہی قوت اور حکومت کے وسائل بھی ناکافی نظر آنے لگے۔ ضروری ہے کہ ان پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

نمود انمود شاہ صاحب کے زمانہ میں ایک بہت بڑا فتنہ نمود انمود تھا جس کے ہزاروں متبعین پیدا ہوگئے اور بادشاہ فرخ سیر بھی اس کا معتقد ہوگیا۔ طباطبائی نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی ہے۔[1]

فتنہ کا بانی اس فتنہ کا بانی میر محمد حسین نامی ایک شخص تھا جو مشہد کا رہنے والا تھا عمدۃ الملک امیر خان

صوبہ دار کابل کی جود و سخا کا حال سن کر وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر کابل آگیا۔ چونکہ علوم منطق اور فلسفہ میں اس کو درک تھا اس لئے اس کی علمیت اور فضیلت کا ذکر اکثر و بیشتر امیر خان کی محفل میں بھی ہونے لگا چنانچہ وہ اس شخص سے ملنے کا خواہش مند ہوا۔ اس نے اس کا ذکر اپنی بیوی صاحب جی دختر علی مردان خان (سابق ناظم صوبہ قندھار) سے کیا۔

دربار میں رسائی

صاحب جی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے ایک سید کی لڑکی کو (جس کا باپ اس کے شوہر کا ملازم تھا) لے کر متبنیٰ کیا۔ اس کی شادی وہ ایسے شخص سے کرنا چاہتی تھی جو نیک، شریف اور مذہبی ہو اور ایران کا رہنے والا ہو۔ امیر خان نے محمد حسین کو پسند کیا اور لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ اس رشتہ کی بنا پر امیر خان کے خاندان میں اور دربار میں راہ و رسم بڑھ گئی۔ تھوڑے عرصے بعد بادشاہی خوشبو خانہ کی داروغگی کا منصب پایا۔ یہ شخص چونکہ بڑا ہی عیار اور جاہ طلب تھا اور شعبدہ بازیاں بھی جانتا تھا اس لئے بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ امیر خان کا سب سے بڑا لڑکا دیگر لوگوں کی طرح اس کا بے حد گرویدہ تھا۔ ان ہی دنوں میں امیر خان کا انتقال ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے پشاور کا عطر و گلاب وغیرہ لے کر بادشاہ کے ہاں کا قصد کیا تاکہ عز و جاہ سے مالا مال ہو۔ وہ اپنے اس مقصد کے تحت لاہور پہنچا ہی تھا کہ اورنگ زیب عالمگیر کی رحلت کی خبر موصول ہوئی۔ جب اس کی امیدیں مایوسی میں بدل گئی تو اس نے عطر مذکور کو شہر میں ساٹھ ستر ہزار میں فروخت کر دیا۔ یہ رقم باقی زندگی گزارنے کے لئے کافی تھی۔ چنانچہ اس نے درویشی اختیار کر لی۔ چونکہ طامع اور جاہ طلب تھا اس لئے پرانی تقلید پسند نہ ہوئی بلکہ ایک نئی راہ نکالی۔ اس نے منشی زادے مذکور کو اپنی شاگردی میں لے لیا اور اس سے کہا۔

"اگر ہم دونوں اپنی صلاحیتیں نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنے میں صرف کر دیں تو اس سے ہم دونوں مستفید ہوں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ پہلے نئے قواعد اور نئی زبان ایجاد کرکے الہام اور نزول کلام کا دعویٰ کریں تاکہ لوگ ہمیں اولیاء، انبیاء میں بخوشی تسلیم کر سکیں۔ ہم اپنے الہام کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں مرتبہ حاصل کر لیں گے اور تب ہمیں اتنے اقتدار و اختیار مل جائیں گے کہ وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اگر ایک بار ہمیں لوگوں کا اعتماد حاصل ہو گیا اور وہ ہمارے معتقد بن گئے تو پڑھے لکھے

لوگ بھی جوق در جوق ہمارے حلقے میں بآسانی آجائیں گے"۔ ۲۵

نئی زبان کی ایجاد چنانچہ دونوں نے مل کر متحدہ کوششوں سے ایک نئی زبان ایجاد کی۔ اس کے قواعد مرتب کئے اور اس زبان میں ایک کتاب بھی تیار کرلی۔ اس کتاب کا نام "آوزہ مقدسہ" رکھا گیا۔ اس نے اس کتاب میں فارسی کے ایسے ایسے الفاظ شامل کیے جو کم ہی سننے میں آتے ہیں اور ایسے ہی الفاظ سے اشعار بھی موزوں کئے۔ غرضیکہ اس نے قدیم الفاظ اور تشبیہات کو نیا جامہ پہنایا اور جدید شکل دی۔

بیگوکیت اس کی مکاریاں اور عیاریاں یہیں ختم نہیں ہوتی ہیں اس نے بیگوکیت یا بیگوکیتی کا دعویٰ کیا اور اس کی وضاحت اس نے ان الفاظ میں کی۔

"یہ رتبہ امامت اور نبوت کے مابین ہے لیکن تمام پیغمبر بیگوک نہیں ہوئے لیکن خاتم الانبیاء دونوں ہی تھے، اول بیگوک حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور ہشتم امام رضا ہیں۔ حضرت رضا تک امامت اور بیگوکیتی دونوں باہم جمع تھے۔ بعد ازاں بیگوکیت مجھے ملی ہے اور امامت امام محمد تقی کو، جس کا سلسلہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام تک جاری رہے گا اور میں محمد حسین زمین پر خاتم البیگوکیت ہوں تعداد بیگوکیت کی میں اس ترتیب سے اس وقت ذکر کرتا ہوں جب امامیہ مذہب کے سامنے ہوتا ہوں اور جس وقت اہل سنت والجماعت کے روبرو ہوتا ہوں تو خلفائے اربعہ اور چار اشخاص دیگر یعنی اموی وعباسی کو جن کی نیکی مذکور ہے، گن کر نویں بیگوکیت اپنے نام بیان کرتا ہوں"۔

اس کے بعد وہ اس طرح مخاطب ہوتا :

"حاضرین ! مجھے کسی مذہب سے کوئی غرض نہیں ہے، میں تو شعلۂ نور بن کر ہر مذہب کا چراغ روشن کرنے آیا ہوں۔ میرا کردار ارفع واعلیٰ ترین ہے کیونکہ میں نویں بیگوک اور خاتم البیگوک ہوں مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں ایک کتاب لکھوں اور تمام قوموں کو اپنے مذہب میں آنے کی دعوت دوں اور اپنے نئے قوانین وضوابط کا پرچار کروں تاکہ بعض رسوم وعقائد نیا جامہ پہن سکیں"۔ ۲۶

فربود ان عیاریوں اور فریب کاریوں کے بعد اس نے عیدین کی طرح جن کو مذہب اسلام میں محترم و مقدس سمجھا جاتا ہے بعض ایام کو "فربود" کا نام دے کر اپنے پیروکاروں پر لازم کردیا۔ اسی نے کہا کہ مجھ پر دو قسم کی وحی آسمان سے اترتی ہے۔ ایک وحی اس قسم کی ہوتی ہے کہ آفتاب کی طرح ایک قرص نورانی نظر آتا ہے اور وہی قرص نورانی مجھ پر اس طرح محیط ہوجاتا ہے کہ میرے ہوش و حواس غائب ہوجاتے ہیں اور اس وقت میری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ دوسری وحی نازل ہوتے وقت صرف آواز سنائی دیتی ہے اور یہ کلمہ "خفشان نمود بوداں" کے علاوہ کچھ نہ ہوتی۔ اس نے اپنی الگ رسوم بھی ایجاد کیں۔ مثلاً اس نے یہ رسم ایجاد کی کہ اس کے پیروکار جب ملیں تو اسلام کی رسم کے بموجب وہ آہستہ سے السلام علیکم کہیں اور پھر کلمہ خفشان نمود نموداں کا اضافہ کریں۔ جس روز کہ اول اول اس کے بقول اس پر وحی نازل ہوئی اس کا نام اس نے روز جشن رکھا۔ چنانچہ اس کی سالگرہ کے روز اس کے پیروکار ایک جگہ جمع ہوتے اور عنبر و خوشبو ایک دوسرے پر چھڑکتے پھر نغمہ سرائی کرتے، ناچتے اور خوشیاں مناتے تھے اسی وقت وہ اپنے سر پر کلاہ ارامنہ کی مانند ایک ٹوپی رکھتا جو ذرا اس سے اونچی ہوتی اور پھر اپنے پیروکاروں کے ساتھ وہ لاہور کے ان پہاڑوں کے آس پاس گھومتا تھا جہاں دیول رانی کی قدیم عمارتیں ہیں لیکن اس کا یہ گشت صرف رات ہی کو ہوا کرتا تھا جشن نوروز کے چھ روز تک وہ روزہ بھی رکھتا۔ یہ چھ روز وہ خاموشی میں گزارتا اور غالباً اسی طرح وہ اس یوم کو یاد کرتا جو اس کے حافظہ سے نکل گیا ہو۔

تین وقتی نماز پنج گانہ نماز کے علاوہ اس نے زتودوں پر تین وقت کی نماز ضروری قرار دی۔ یعنی نماز فجر کے فوراً بعد پھر نصف النہار کی نماز اور تیسری غروب آفتاب کے وقت جب مغربی افق پر سرخی چھائی ہو، نماز پڑھنے کے طریقے اور آداب بھی اس کے اپنے ایجاد کردہ تھے۔

اس بدبخت نے خلفائے اربعہ کے مقابلے میں اپنے چار خلیفہ مقرر کئے تھے۔ ان میں سے ایک وہی شاگرد رشید تھا جس کا نام دوجے یار دوسرا اس کا سالہ میر باقر تھا۔ ان کے علاوہ دو خلیفہ اور تھے جن کے نام اس نے نمود اللہ اور نمودہ نمود رکھے یہ دونوں نام اس کے خود ایجاد کردہ تھے۔ اس طرح اس نے اپنے لڑکوں اور اپنے معتقدین کے بھی دلچسپ اور عجیب وغریب نام رکھے۔ جو شخص بھی اس کے نئے مذہب میں داخل ہوتا۔ سوائے اس کے پہلے نام کے اپنی طرف سے یہی لقب

دیتا تھا ۔ اس کے تین لڑکے تھے ۔ اول نما نمود، دوم نقار اور سوم دید۔ اس کی دو لڑکیاں بھی تھیں ۔ جن کے نام نمانہ کلاں اور نمانہ خورد اور اس کی بیوی کا نام حق نما تھا دوسری عورتوں کو اس نے یہ نام دیئے منا یار، نمود یار اور فرنمود۔ اس نے اپنے لڑکے نقار کا دوسرا مضحکہ خیز نام نمود وید رکھا۔

شاہ جہاں آباد میں آمد

یہ مکار اور عیار لاہور سے آکر شاہ جہاں آباد میں مقیم ہوا ۔ دار الخلافہ میں ایسا کوئی احمق نہ تھا جو اس کے دام نہ آگیا ہو ۔ چونکہ وہ خود اہل ثروت تھا اس لئے لوگوں سے نہ کچھ طلب کرتا اور نہ تحفے تحائف قبول کرتا ۔ اسی لئے اس کے مریدوں کی تعداد دوگنی ہوگئی ۔ ان ہی دنوں بہادر شاہ کا انتقال ہوگیا اور شہزادے اپنے حقوق کے لئے آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے ۔ اس لڑائی جھگڑے سے ہر شہر و قصبہ میں خلفشار پھیل گیا ۔ اس عیار نے موقع غنیمت دیکھ کر ہاتھ پیر پھیلانا شروع کر دیئے چونکہ اب وہ بزدل اور ڈرپوک نہیں رہا تھا اس لئے اس نے چہرے سے عیاری و مکاری کی نقاب الٹ دی اور کھلے بندوں اس نے اپنی نئی زبان اور نئی کتاب کی اشاعت شروع کردی ۔ وہ لوگوں سے مناظرہ کرتا ۔ اس مناظرے کا اس کو سب سے بڑا فائدہ جو پہنچا، وہ یہ تھا کہ جوق در جوق لوگ اس کے عقیدے کا شکار ہوتے گئے یہاں تک کہ فرخ سیر تخت پر جلوہ افروز ہوا، جو نہ صرف احمق اور نادان تھا بلکہ سرے سے جاہل بھی تھا لہذا اس مکار کی طرف دھیان دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نئے مذہب کو فروغ ملتا رہا اور اس طرح ہادی علی خان ولد امیر خان جو معزز امراء میں سے تھا ۔ اس کے پیرو کاروں میں شامل ہوگیا ۔ اس کا شامل ہونا تھا کہ عوام کا اعتقاد اس کی طرف سے اور مستحکم ہوتا گیا اور چشم زدن میں تقریباً بیس پچیس ہزار لوگ اس کے مرید بن گئے ۔

فرخ سیر کی ملاقات

بعض امراء نے جب فرخ سیر کو اس عیار کے عقائد سے مطلع کیا اور سبھوں نے اس کی تعریف و توصیف کی تو وہ بھی راتوں رات چند خواجہ سراؤں کی معیت میں چپ چاپ اس مکار کی ملاقات کو آیا ۔ جب اس مکار کو احمق اور جاہل بادشاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے اندر سے اپنے حجرہ کا دروازہ بند کرلیا تاکہ آسانی سے کھل نہ سکے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے زتودوں یعنی اس کے لڑکوں اور مریدوں کی منت کی بڑی مشکلوں سے دروازہ کھلا بادشاہ نے اس کو دیکھا تو نہایت فروتنی اور انکسار

سے سجدہ ریز ہوا۔ نمود نے بادشاہ کے بیٹھنے کے لئے مرگ چھالا پیش کیا اور کہا۔

پوست تخت گدائے د شاہی   ہمہ داریم آنچہ می خواہی

فرخ سیر تنگ نظر اور بے عقل تو تھا ہی۔ اس کا استغنا دیکھ کر اس پر ایمان لے آیا اور چند ہزار روپیہ اور اشرفی جو اپنے ساتھ نذرانے کو لے لیا گیا تھا اس کے سامنے پیش کیا۔ اس مرد دانا نے دونوں چیزیں قبول کرنے سے انکار کر دیا البتہ بہ ہزار منت سماجت اس نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی قرآن مجید بادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور کتابت کے عوض کل ستر روپے لے کر باقی روپے لوٹا دیئے بادشاہ عقیدت کے مارے کھڑا ہو گیا۔ قرآن مجید کو بصد احترام قبول کیا، سر پر رکھا اور حجرہ سے نکل گیا۔ نمود جب کمرہ سے باہر آیا تو اس نے در دولت پر روپیہ کی دہی تھیلی دیکھی۔ اس نے فوراً اسلا روپے اپنے مریدوں میں تقسیم کروا دیئے۔ اس کی اس حرکت نے عقیدت مندوں کے عقیدے کو اتنا مضبوط کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس طرف سے بدگمان نہیں کر سکتی تھی۔

اب اس نے اپنے عیدیں چوری چھپے منانے کے بجائے کھلے بندوں منانے کا اعلان کیا اب وہ بجائے معبود میں بڑے اطمینان سے ڈھول بجا کر آمد و رفت کرتا اور اپنے کفر کا اعلان بھی نقارہ بجا بجا کر کرنے لگا۔

محمد امین کا عتاب

جب فرخ سیر کی حکومت کا تختہ الٹ گیا تو حکومت محمد شاہ کے ہاتھ آئی اور محمد امین خان کو پایہ وزارت ملا۔ اگرچہ اس کی وزارت صرف تین چار ماہ رہی اس کے باوجود اس قلیل مدت میں بھی اس نے جب مکار کی فریب کاریاں سنیں تو چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ فوراً اس ملعون کو قید کر کے لایا جائے اور اگر اس نے مزاحمت کی تو اس کو وہیں قتل کر دیا جائے۔

چونکہ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا اور وزیر کے حکم سے بہت سے لوگ جا چکے تھے اس لئے وہ چند لوگ جو اس وقت تھے وہ اس مکار کے پاس گئے اور اس کو وہ فرمان دکھایا جو اپنے ساتھ لے گئے تھے اس وقت خفتشان نمود (جیسا کہ وہ خطاب کرتا تھا) اپنے کمرے میں کھانا تناول کر رہا تھا۔ جب اس کے کانوں میں سپاہیوں کی سرگوشی کی آواز آئی تو اس کا ماتھا ٹھنکا اور ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ لیکن جلد ہی سنبھل گیا اور عقل و ہوش میں آ کر اس نے اپنے چھوٹے لڑکے وید کو جو

نہایت حسین تھا معہ چند قرص نان جو و گندم کے باہر بھیج کر یہ پیغام دیا۔

"چونکہ آپ لوگوں نے فقیر کے غریب خانہ میں آکر زحمت اٹھائی ہے اس لئے کچھ تناول کیجئے جب تک وہ خود تشریف لے آئیں گے"۔

سپاہی نہ صرف اس پیغام کو پڑھ کر ششدر رہ گئے بلکہ اس صاحب جمال کی صورت پر بھی ان کو رحم آگیا۔ چنانچہ انہوں نے انتظار کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اتنے میں سپاہیوں نے امین خان کی حالت غیر کی اطلاع سنی۔ یہ سنتے ہی وہ الٹے پاؤں وزیر کے دروازے پر آئے کیونکہ وہ اپنے بقلیک کے لئے زیادہ پریشان تھے۔ وزیر کی حالت ردی ہوگئی تھی۔ درد قولنج نے اس کو اتنا ستایا تھا کہ اس پر بے ہوشی کا عالم طاری ہوگیا۔ لیکن جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس مکار کے بارے میں پوچھا۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ جب آپ کی بیماری کی اطلاع ہم تک پہنچی تو ہماری توجہ ادھر سے ہٹ گئی اور آپ کے حضور میں دوڑے آئے۔ وزیر کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ کل صبح تک حکیم کی تعمیل بہر حال ہوجانی چاہئے۔

شام ہوتے ہوتے وزیر پر قولنج کا حملہ پھر ہوا۔ اس بار پہلے کے مقابلے میں حملہ شدید تھا غشی پر غشی طاری ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ موت کا شکار ہوگیا۔ جب یہ خبر نمود تک پہنچی وہ فوراً کھڑا ہوگیا، حاضرین کو منتشر کیا اور مطمئن اور خوشحال ہو کر گھر میں بیٹھ گیا۔ دریں اثنا اس کی کرامات کی خبر دور دور تک مشتہر ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے مریدوں کی تعداد اور بڑھ گئی۔

نمود کی موت اور اس کے لڑکے کی گدی نشینی

اس "کرامت" کے تین سال بعد نمود خود داصل جہنم ہوا اور اس کا لڑکا نمانمود گدی نشین ہوا۔ لالچ بری بلا ہے۔ بھائیوں اور باپ کے کئی مریدوں کے مابین جائداد کے سلسلے میں اس کا جھگڑا کھڑا ہوگیا۔ یہ جائداد نمود نے اپنی زندگی ہی میں رازداری کے لئے دوجی بار اور اپنے دیگر معتقدین کے لئے مقرر کر رکھی تھی دوجی بار کو اس جھگڑے سے خوشی نہ ہوئی۔ اس نے کئی بار نمانمود سے کہا بھی کہ تم چپ چاپ بیٹھ جاؤ اور جھگڑا نہ کرو لیکن چونکہ نمانمود باپ کی زندگی ہی میں خود سر ہوگیا تھا اور مریدوں پر اپنا سکہ بیٹھا چکا تھا چنانچہ دوجی بار کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ لہٰذا دوجی بار نے جو کہ اس کا محرم راز تھا، مجبور ہو کر ایک دن فرتودوں میں کھڑے ہو کر کہا "یارو تم

لوگ نمود کا اور میرا خط پہچانتے ہو؟" جو لوگ دونوں کا خط پہچانتے تھے، انہوں نے اقرار کیا۔ اس کے بعد وہ اندر جا کر وہ سارے مسودات لے آیا جو دونوں کے صلاح مشورہ سے مرتب کئے گئے تھے اور دونوں کے مشورہ سے کمی بیشی ہوئی تھی۔ اس نے یہ مسودات لوگوں کے سامنے پیش کئے لوگوں نے دونوں کے خطوط کو پہچانا تو دوجی بار نے کہا۔

" دوستو! اس مذہب کی بنیاد نمود اور بندہ کی اعانت سے رکھی گئی ہے۔ اگر یہ مذہب خدا کی طرف سے دنیا میں آتا تو بیک جنبش قلم آتا اس میں کمی بیشی کیسے ہوتی اور ردوبدل کیوں کیا جاتا"۔[۴]

یہ الفاظ سن کر تمام معتقد سناٹے میں آگئے ان میں سے جو ذرا باشعور تھے وہ متنبہ ہو کر اس مذہب سے فوراً منحرف ہو گئے اور انہوں نے ان لوگوں کو منحرف کیا جو جلسہ میں حاضر نہیں تھے۔ لوگ اس مذہب سے اس حد تک برگشتہ ہو گئے کہ مریدوں کی تعداد ایک دم سے گھٹ گئی لہذا تما نمود نے مصلحتاً دوجی بار کو اپنا یار بنالیا لیکن اب وقت گذر چکا تھا۔ چند روز کے بعد تما نمود ہادی علی خان کے موضع دوآب میں جو اس نے جاگیر میں دیا تھا، چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ اس کے مرنے کے بعد دوسرا لڑکا نفار سجادہ نشین ہوا۔

عبدالغفور ٹھٹھوی ہالائی

اٹھارویں صدی کے متصوفین میں سے ایک عبدالغفور تھا جو ٹھٹھوی نسبت سے مشہور ہے لیکن دراصل وہ حیدرآباد (سندھ) کے قصبے ہالا سے تعلق رکھتا تھا۔ عبدالغفور اصل میں پارچہ باف تھا اور ساوریہ قوم سے تھا لیکن اس نے خود کو سید مشہور کیا ہوا تھا۔ سید حسام الدین راشدی مقالات الشعراء کے حواشی میں لکھتے ہیں۔

" از حماقتہائی باشندگان دہلی کہ بعد از وفات عالمگیر در تنزل و تفازجنگی مبتلا بود بسیار فائدہ حاصل کرد و خود را ولی و بزرگ و ماہر در تمام علوم و نیز در تیز نجات کامل ظاہر میکرد"۔[۵]

وہ انتہائی چالاک اور زمانہ شناس تھا۔ اس نے تمام علوم کا ماہر ہونے۔ روحوں اور جنوں پر تسلط اور مستقبل کی باتیں جاننے کا دعویٰ کیا۔ پہلے پہل اسے اورنگ زیب عالمگیر نے سند دے کر کابل

بھیجا تھا - وہاں شاہزادہ معظم (بہادر شاہ اول) سے جو وہاں صوبہ دار تھا، تعلقات استوار کئے اور شاہزادے کے مزاج میں پوری طرح دخیل ہوگیا اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد تخت نشینی کی جنگ میں جو شاہزادہ معظم اور شہزادہ اعظم کے درمیان لڑی گئی اس نے شہزادہ معظم (بہادر شاہ) کا ساتھ دیا۔

جب بہادر شاہ کا لاہور میں انتقال ہوگیا تو وہ لاہور سے دہلی آیا اور بیرون شہر ایک مسجد میں مقیم ہوگیا - رفتہ رفتہ وہ جادوگری اور ولایت و بزرگی میں اس قدر مشہور ہوگیا کہ نہ صرف دہلی شہر اور دربار شاہی میں حیرت انگیز طور پر رسوخ پیدا کیا بلکہ محمد شاہ کی والدہ نواب قدسیہ بیگم تک اس کی معتقد ہوگئی۔

ڈاکٹر ستیش چندر، شیو داس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ بہادر شاہ کے زمانے میں ایک گمنام فقیر تھا اس نے محمد امین کے توسط سے فرخ سیر کے دربار میں باریابی حاصل کی اور اسے پانچ سو روپے ماہوار وظیفہ دیا گیا اور صدر پور اور رہتاس جاگیر کے طور پر دیئے گئے تھے

بادشاہ اس سے اس قدر متاثر تھا کہ اس کی مرضی اور خواہشات کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا اگر وہ بادشاہ کو ناشائستہ کلمات بھی کہتا تو بادشاہ نہ صرف اس کا برا نہیں مانتا تھا بلکہ اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا - تمام امراء اور اکابر سلطنت اس کے محتاج ہوگئے - خاص طور پر اس نے مالیات کے محکمے میں بہت مداخلت کی - نظام الملک کے دور وزارت میں تو اس کے اختیارات اس قدر بڑھ گئے کہ تمام انتظامی اور مالی معاملات وزیر کے پاس جانے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہوتے تھے اور بعض مورخین کے مطابق وہ ہر روز پانچ ہزار کمایا کرتا تھا۔

بادشاہ گر بھائی سید حسین علی خان کے خلاف سازشوں میں اس نے حصہ لیا وہ گوالن کے روپ میں محل سے پیغامات لایا اور لے جایا کرتا تھا۔

آخر بارہ برس کے بعد تمام مملکت اس کی حرکات سے تنگ آگئی اور بادشاہ کو بھی اس سے شکایات پیدا ہوئیں - نیز یہ معلوم ہوا کہ اس نے تقریباً چار کروڑ روپے شاہی خزانے سے غبن کر لئے ہیں - یہیں سے اس کا زوال شروع ہوا اور بادشاہ کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ غبن شدہ رقم اس سے وصول کی جائے لیکن

امراء بسیار کوشش کردند لیکن ہیچ بازیافت نہ شد

(امراء نے بہت کوشش کی لیکن کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔) ۵۷

اس پر اس نے بادشاہ کی شان میں بہت زبان درازی کی جس پر اس کی تمام جائداد ضبط کرلی گئی اور اس کو اس کے گھر میں نظربند کر دیا گیا۔ ۲۸ رمئی ۱۷۳۲ء کو اسے دہلی کے قلعے میں منتقل کردیا گیا جہاں وہ ۱۷۳۶ء میں اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۵۸ اور

بادشاہ، امراء، اکابر و رعایا از شر او نجات یافتند

(بادشاہ، امراء، اکابر اور رعایا نے اس کے شر سے نجات پائی۔) ۵۹

امام شاہی/رسول شاہی

اس نام کا ایک فرقہ بہادر شاہ اول کے عہد میں ہندوستان میں منظم ہوا۔ اس فرقہ کا بانی ایک شخص امام شاہ تھا۔ یہ فرقہ شکارپور سے نکلا تھا۔ چونکہ امام شاہ کی قبر ایک باغیچہ میں تھی اس لئے اس کے سلسلے والے اپنا نام باغ کی مناسبت سے رکھتے تھے کسی کا نام گلاب شاہ، کسی کا چنبیلی شاہ اور کسی کا بہار شاہ ہوتا تھا۔ اس فرقہ کے لوگ کھلم کھلا اسلامی شعائر کی توہین کرتے تھے۔ علماء کے ساتھ بد تمیزی سے پیش آتے، الف ننگے پھرتے تھے اور جو ان کو روکتا اس سے الجھ پڑتے تھے مساجد میں نماز کے وقت داخل ہو کر نمازیوں کی بے عزتی کرنا اور مسجدوں کی صفیں جلانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہی گروہ ہے جس نے بھنگ کو بہشت کی بوٹی قرار دے کر "یا علی" کا ورد کر کے پیالہ چڑھانے کی رسم ڈالی۔

اس فرقہ کے لوگ دہلی کے بارونق گلی کوچوں میں ننگ دھڑنگ بیٹھے رہتے اور اعضاء تناسل کی نمائش کرتے ہوئے کہتے کہ "یہی اللہ ہے اس کی پرستش کرو"۔ رنڈیوں کے پاس آنا جانا جائز سمجھتے تھے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں مصنوعی صوفیوں یعنی ان امام شاہیوں کا غلبہ تھا جن کا اثر بادشاہ، شاہزادوں، شاہزادیوں اور عوام پر تھا اس وجہ سے ان کی جرأت اور گستاخی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ علماء کے پاس آتے اور کہتے " مسجد کے مینڈھے! کچھ دلوا ہم رنڈی رکھیں گے، شراب پئیں گے، بھنگ پئیں گے"۔ علماء کو مجبوراً دینا پڑتا تھا حتیٰ کہ شاہ عبدالقادر بھی دیتے تھے نہ جو مولوی ٹیکس نہ دیتے اسے مارتے۔ ایسی متعدد وارداتیں ہوئیں جو دربار دہلی کے علم میں لائی گئیں

مگر حکومت ان کا مقابلہ نہ کرسکی۔ بعد میں یہی ٹیکس زمینداروں اور جاگیرداروں پر لگایا گیا جسے دیہات میں رسول واہی کہا جاتا تھا[۱۱]۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تو اپنے عقیدت مندوں کو اس سے بھی منع کیا کہ وہ اس فرقے کے لوگوں سے روابط رکھیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"فقرائے رسول شاہی سے ملاقات نہ کرنا چاہیے ورنہ "قلب میں" بڑی کدورت پیدا ہونے لگتی ہے بلکہ ہندو جو دنیا دار ہیں ان سے ملنے جلنے میں چنداں کدورت نہیں ہوتی"[۱۲]

حواشی

۱؎ طباطبائی، غلام حسین "سیر المتاخرین" جلد دوم، مطبع منشی نولکشور سن طباعت ندارد، ص ۴۴۹ تا ۴۵۰۔

۲؎ " " " "

۳؎ " " " "

۴؎ " " " "

۵؎ سید حسام الدین راشدی (مرتب) "مقالات الشعراء" از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی، کراچی، سندھی ادبی بورڈ اول ۱۹۵۷ء ص ۶۸۸۔

۶؎ ستیش چندر، ڈاکٹر، "پارٹیز اینڈ پالیٹکس ایٹ دی مغل کورٹ ۱۷۰۷ء، ۱۷۴۰ء" مطبوعہ علی گڑھ ص ۲۱۲

۷؎ مقالات الشعراء از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی، حوالہ بالا ص ۶۸۹

۸؎ ڈاکٹر ستیش چندر نے اس کی وفات قلعہ گوالیار میں بتائی ہے ملاحظہ کیجئے؛ ستیش چندر، ڈاکٹر، پارٹیز اینڈ پالیٹکس ایٹ دی مغل کورٹ، ۱۷۰۷ء، ۱۷۴۰ء حوالہ بالا ص ۲۱۴۔

۹؎ مقالات الشعراء از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی، بحوالہ بالا ص ۶۸۹

۱۰؎ تھانوی، اشرف علی مولانا "ارواح ثلاثہ" لاہور، اسلامی اکیڈمی ۱۹۷۶ء ص ۴۰

۱۱؎ بلال زبیری "فرقے اور مسالک" جھنگ، ادبی اکیڈمی ایوان منزل، دوئم دسمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۵۴

۱۲؎ ملفوظات شاہ عبدالعزیز (اردو ترجمہ) از محمد علی لطفی مترجم کراچی پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز ۱۹۶۰ء ص ۱۷۷۔